مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان کا ترجمان

ختمِ نبوّت

ہفت روزہ کراچی

میرے والد مرزا غلام مرتضےٰ صاحب
دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور
سرکارِ انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر
تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی
گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان جنگجو بہم
پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ
عالیہ کو مدد دی تھی۔

(تحفہ قیصریہ صفحہ ۱۶ مصنفہ مرزا غلام احمد)

جلد ۳

۵ تا ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ بمطابق ۲۸ دسمبر تا ۳ جنوری ۱۹۸۵ء

شمارہ ۲۸

خصائل نبوی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲ حدثنا هناد حدثنا ابو الاحوص عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل تسع ركعات ۔ حدثنا محمود بن غيلان حدثنا يحيى بن آدم حدثنا سفيان الثورى عن الاعمش نحوه ۔

۱۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے تھے۔

فائدہ ۔ حنفیہ کے نزدیک چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر ۔ چنانچہ عبد اللہ بن ابی قیس رض کی روایت میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چھ اور تین فرمایا۔

۱۳ حدثنا محمد بن المثنى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عمرو ابن مرة عن ابى حمزة رجل من الانصار عن رجل من بنى عبس عن حذيفة ابن اليمان انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل قال فلما دخل فى الصلوة قال الله اكبر ذو الملكوت والجبروت والكبرياء والعظمة قال ثم قرأ البقرة ثم ركع فكان ركوعه نحوا من قيامه وكان يقول سبحان ربى العظيم سبحان ربى العظيم ثم رفع رأسه وكان سجوده نحوا من قيامه وكان يقول سبحان ربى الاعلى سبحان ربى الاعلى ثم رفع رأسه فكان مابين السجدتين نحوا من السجود وكان يقول رب اغفرلى رب اغفرلى حتى قرأ البقرة وآل عمران والنساء والمائدة او الانعام شعبة الذى شك فى المائدة والانعام قال ابو عيسى وابو حمزة اسمه طلحة بن زيد وابو حمزة الضبعى اسمه نصر بن عمران ۔

۱۳ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ۔ (بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ قصہ رمضان المبارک کی رات کا تھا اس لیے محتمل ہے کہ یہ تہجد کی نماز ہو یا تراویح ہو) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع فرما کر یہ دعا پڑھی اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ (اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کی ذات والا صفات سب سے برتر ہے وہ ایسی ذات ہے جو بڑی بادشاہت والی ہے بڑے غلبہ والی ہے بڑائی اور بزرگی اور عظمت والی ذات ہے) پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۂ فاتحہ پڑھ کر) سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی پھر رکوع کیا یہ رکوع بھی قیام ہی جیسا تھا (اس کے دو مطلب علماء فرماتے ہیں اور دونوں محتمل ہیں ایک تو یہ کہ یہ رکوع

باقی ص ۲۳ پر

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ختم نبوت

جلد نمبر ۳ | شمارہ نمبر ۲۸

فہرست

۱	خصائل نبوی ﷺ	حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ	۲
۲	گلدستۂ معرفت	افادات حضرت مولانا سید حسین صاحب	۴
۳	ابتدائیہ	مولانا سعید احمد جلال پوری	۵
۴	مرزا غلام احمد کا فتوٰی	مولانا تاج محمد صاحب	۶
۵	قرآن کی پیش گوئی	ثروت جمال اصمعی	۸
۶	دورۂ افریقہ	منظور احمد الحسینی	۱۱
۷	طرز معاشرت	جناب سمیع اللہ	۱۴
۸	غیبت گناہ کبیرہ ہے	مولانا احمد علی	۱۵
۹	فتنۂ قادیانیت اور حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ	مولانا عبدالرحمٰن کوندو	۱۷
۱۰	بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ	جناب خورشید احمد	۲۰

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب
دامت برکاتہم سجادہ نشین
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

فی پرچہ

دو روپیہ

فون نمبر

۷۱۱۶۷۱

بدل اشتراک

سالانہ ــــ ۰ روپے
ششماہی ــ ۰ روپے
سہ ماہی ــ ۲۰ روپے

مدیر مسئول

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمٰن
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

شعبۂ کتابت

محمد عبدالستار واحدی
امجد محمود

رابطہ دفتر

مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۳

بدل اشتراک

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپے
کویت، اومان، شارجہ، دوبئی، اردن اور شام	۲۳۵ روپے
یورپ	۲۹۵ روپے
آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا	۲۷۰ روپے
افریقہ	۳۱۰ روپے
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپے

ناشر

عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع: کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی
مقام اشاعت: A/۲۰ سائرہ مینشن
ایم۔ اے جناح روڈ۔ کراچی۔

ملفوظات

حضرۃ اقدس سید حسین صاحب مدظلہ علی گڑھ انڈیا۔
خلیفہ مجاز حضرۃ مولانا مسیح اللہ صاحب

گلدستہ معرفت

ملحدین سے میل جول کے اثرات ونتائج

فرمایا کہ ہم اس زمانہ میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے بھائی ان نیچریوں، دہریوں اور ملحدوں وغیرہ سے آزادی سے ملتے جلتے ہیں، ان کی شادی بیاہ میں شرکت کرتے ہیں، ان سے معاملات برتتے ہیں اور بجائے روکنے یا منع کرنے کے ایسے دشمنان خدا سے خوب میل ملاپ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا اثر ان کے قلوب پر پڑ کر رہتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان سب کے دل یکساں ہوگئے ہیں۔

ہم کو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ کیا ہمارے ان افعال سے ان دشمنانِ خدا اور دین کی ہمت افزائی نہیں ہوتی؟ اور کیا اس طرح ہم دین کی تخریب و توہین میں ان کے ساتھ برابر کے شریک نہیں ہیں؟ کیا ایسی پارٹیوں میں جہاں بے پردہ عورتیں ہوتی ہیں ہمارا شریک ہونا اور اس پر ذرا بھی اظہار ناراضگی نہ کرنا بے پردگی کی حمایت نہیں ہے؟ ہم کو یہ سوچ کر ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ احادیث پاک جن میں عبرتناک وعیدیں ہیں ہم پر تو صادق نہیں آرہی ہیں؟ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر ہم کو کان دھرنا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی کسی امت پر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو اس کو امت میں مخلص احباب مل گئے جو اس کی سنّت پر عمل پیرا ہوتے اور اس کے حکم کی اطاعت کرتے۔ پھر ان کے بعد کچھ ایسے لوگ آئے جن کا عمل ان کے قول کے مطابق نہ تھا اور نہ ہی جن کاموں کے حکم دیئے جاتے ان پر عمل کرتے۔

حضرت صدیق اکبرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ عذاب خداوندی ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اوّلاً جو کمزوری رونما ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اے انسان تو اللہ سے ڈر اور جو کام تو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے یہ تیرے لئے حلال نہیں ہے، پھر دوسرے دن اس کو اسی حالت میں پاتا تو اس کو یہ بات نہ روکتی بلکہ وہ اس کے ساتھ کھانے پینے بیٹھنے میں شامل ہو جاتا۔ جب انہوں نے یہ کیا تو اللہ پاک نے ان کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا یعنی ان کے دل زنگ آلود اور سخت ہوگئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.... ہرگز نہیں، خدا کی قسم! تم امر بالمعروف کرو اور نہی عن المنکر کرو اور ظالم کے ہاتھ روکو اور اسے حق بات پر آمادہ کرو اور اس پر پابندی کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کے دلوں کو یکساں کر دے گا پھر تم پر لعنت اتار دے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر لعنت کی۔

ہم کو یہ سوچنا چاہیئے کہ کیا ہمارا شمّہ ایمان بھی قلب میں باقی رہ گیا ہے؟ اگر ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں ہے تو پھر ہم نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے کیا اقدام اٹھا رکھے

باقی صـ۱۳ پر

ابتدائیہ

ریفرنڈم

یہ شمارہ جب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا اس وقت تک ریفرنڈم گذر چکا ہوگا اور اس سلسلہ کی تمام سرگرمیوں پر اوس پڑ چکی ہو گی اور کامیابی اور ناکامی کی صورت میں اس کے نتائج کی تفصیل بھی منظر عام پر آچکی ہو گی مگر تادم تحریر ملک بھر میں ریفرنڈم کا اس شدت سے غلغلہ ہے کہ اخبارات و رسائل تک اس کے ذکر خیر سے لبریز ہیں۔ بچے، بوڑھے اور نوجوان اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی مدح سرائی میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ گویا ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ تنقید و تبصرہ میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اس کے برعکس ملک وملت کے ہی خواہ کچھ ایسے بھی ہیں جو اُسے جمہوریت کے قتل سے تعبیر کرتے ہیں گویا اکثریت اگر صدر صاحب کے ہمنواؤں کی ہے تو کچھ مخالف بھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نقطہ نظر کے لیے مستحکم دلائل رکھتا ہے ـــــ اگر ایک طرف ۱۹ کے عدد (۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء ریفرنڈم کی تاریخ) کو قرآن سے ثابت کیا جاتا ہے تو دوسری طرف ریفرنڈم کو قرآن وسنت کے منافی بتلایا جاتا ہے۔ ان میں سے کون کس قدر سچا ہے اس کا فیصلہ تو اہل علم و دانش ہی کر سکتے ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں اس تنازع کو یوں ختم کیا جا سکتا ہے کہ ماضی اور حال کی روشنی میں ہر دو فریق کو شرافت و دیانت اور صدق و وفا کے ترازو میں تول کر دیکھا جائے کہ کون کہاں تک قرآن و سنت کے معیار پر پورا اترتا ہے؟ جناب صدر اگر مطلوبہ معیار پر پورے اترتے ہیں تو ان کے مخالفین کو خواہ مخواہ کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ بصورت دیگر جناب صدر کو بھی اس پر چنداں بضد نہیں ہونا چاہیے ـــــ اس ساری ردو قدح سے قطع نظر اتنا تو ہم بھی کہیں گے کہ جناب صدر اگر صحیح معنی میں اسلام نافذ کرنا چاہتے تو نہ صرف یہ کہ نفاذ اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر ہو جاتا ـــــ بلکہ آج انہیں نفاذ اسلام کی کوششوں پر اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کی ضرورت بھی نہ ہوتی اور نہ ہی انہیں یہ جانگسل اور دشوار گذار مراحل طے کرنے کی زحمت گوارا کرنا پڑتی۔ جن سے وہ دو چار ہیں، بلکہ جناب صدر نفاذ اسلام کے سبب ایک محسن کی حیثیت سے تمام مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن چکے ہوتے اور پاکستانی عوام جناب صدر کے حق میں ووٹ دینا اپنی سعادت سمجھتے۔ پھر "الناس علیٰ دین ملوکھم" کے تقاضے پورے ہوتے اور مسلمانانِ پاکستان یقیناً جناب صدر کی نیک تمناؤں پر پورے اترتے، بلکہ انہیں اس قدر شدو مد سے مستقبل کی غیر یقینی کیفیت سے دو چار نہ ہونا پڑتا۔ اب بھی اگر جناب صدر پاکستان میں اسلام کے نفاذ کا اعلان کر دیں تو یقیناً عظمت رفتہ بحال ہو سکتی ہے۔ خدا کرے۔ جناب صدر مسلمانوں کی توقعات پر پورے اترتے ہوئے جلد از جلد نفاذ اسلام کا اعلان کردیں۔ آمین

سعید احمد جلالپوری

اجماعی عقیدہ کے منکر پر

مرزا غلام احمد کا فتویٰ

تحریر: مولانا تاج محمد صاحب مدرس قاسم العلوم فقیروالی

لغت میں اجماع متفق ہونے کو کہتے ہیں۔ لغوی معنی کے اعتبار سے اتفاق اور اجماع ایک ہی چیز ہیں مگر اصطلاح شریعت، میں ایک خاص قسم کے اتفاق کو اجماع کہا جاتا ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانہ کے تمام فقہا اور مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہو جانا اجماع ہے۔

جن امور دین پر امت کا ایک بڑا گروہ یا کثیر جماعت ہر زمانہ میں بیان کرتے چلے آئے ہوں۔ اور وہ ان میں جاری وساری رہے ہوں۔ اور جن کے جھوٹ ہونے پر متفق ہونے کا گمان نہ کیا جا سکے ان سب امور و احکام کو متواتر کہتے ہیں

حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کہ میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کریگی۔ مرزا غلام احمد اپنی کتاب تریاق القلوب کے صـ۲۸۵ پر لکھتے ہیں کہ "صحابہ کا اجماع حجت ہے۔ جو کبھی ضلالت پر نہیں ہوتا"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی اور نزول پر اجماع امت یا تواتر قوی کی رو سے مرزا غلام احمد قادیانی کے حسب ذیل بیانات ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ مرزا غلام احمد اپنی کتاب "شہادۃ القرآن" کے صـ۲ پر لکھتے ہیں کہ "قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ جس قدر طریق متفرقہ کی رو سے احادیث نبویہ اس بارے میں مروی ہو چکی ہیں ان سب کو یکجائی نظر دیکھنے سے اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے"۔

۲۔ "توضیح مرام" کے صـ۲ پر لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے"

۳۔ "توضیح مرام" کے صـ۳ پر لکھتے ہیں کہ "بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جن کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے۔ اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں"۔

۴۔ "براہین احمدیہ" جلد چہارم صـ۴۹۸ پر لکھتے ہیں کہ

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ حضرت مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا"

۵۔ "براہین احمدیہ" جلد چہارم صـ۵۰۵ پر لکھتے ہیں "عسیٰ ربکم ان یرحم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا — یہ آیت اس

مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ہونے کا ظاہر اشارہ ہے ..... وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خداتعالیٰ مجرمین کے لیے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے۔ کج و ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا۔ اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دے گا "

۶ " چشمہ معرفت " کے صـ۸۳ پر لکھتے ہیں " چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔ اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو۔ اس لیے آیت وھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کی نسبت سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزرے ہیں کہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا "

۷ ۔ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی قادیان اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے صـ۱۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ " حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے دعویٰ سے پہلے جس قدر اولیاء و صلحاء گزرے ہیں ان میں سے ایک بڑا گروہ عام عقیدہ کے ماتحت حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ خیال کرتا تھا "

۸ ۔ مرزا صاحب " ازالہ اوہام " سلسلہ تصنیفات احمدیہ صـ $\frac{۱۱۲}{۵۵۵}$ پر تحریر کرتے ہیں کہ " تواتر ایک ایسی چیز کہ اگر غیر قوموں کی تواریخ کی رو سے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول کرنا ہی پڑتا ہے "

مندرجہ بالا حوالوں پر غور کرنے سے حسب ذیل نتائج واضح ہوتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر مرزا غلام احمد کے زمانے تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر زندہ ہیں۔ اور یہ کہ ان کا یہ عقیدہ قرآن کریم اور احادیث کی بنا پر تھا۔ بائبل اور اخبار کی کتابوں کی رو سے بھی اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے۔

مرزا غلام احمد بزعم خود مُلہَم ہونے کے بعد ۱۲ برس یعنی ۵۲ سال کی عمر تک مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حیات مسیح علیہ السلام کے قائل رہے۔

بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ قریب ہے کہ ضرور ابن مریم حاکم اور عادل ہو کر تم میں نازل ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ ٹیکس معاف کریں گے۔ اور مال کو اس قدر عام کریں گے کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔ اس کے بعد حدیث کے راوی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مجمع عام میں کہا کہ اگر تم اس حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے چاہتے ہو تو وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ پڑھو۔

اس حدیث نے نہ صرف اس امر کو ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں آئیں گے بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ حیات مسیح اور نزول مسیح پر سب صحابہ کا اتفاق اور اجماع تھا اور آیت قرآنی " وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ " کے صحیح معنی ان کے اذہان صافیہ اور ذاکیہ میں یہی تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسد خاکی آسمان پر زندہ ہیں۔ اور ایک زمانہ قریب قیامت میں نزول فرمائیں گے۔ اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجر نے فرمایا " ولاحمد من وجہ اٰخر عن ابی ھریرۃ اِقْرَءُ وْہُ من رسول اللہ وان من اھل الکتاب ..... الخ فتح الباری شرح صحیح بخاری جزء ۱۲ صـ۲۸۱ یعنی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت کی یہ تفسیر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے اس پر اہل کتاب ایمان لے آویں گے جب وہ نازل ہوں گے۔ یہ حدیث حیات مسیح علیہ السلام پر نص قطعی ہے۔

افسوس کہ مرزا صاحب ۵۲ برس بعد حیات مسیح علیہ السلام کے اجماعی عقیدہ کے خلاف " دافع البلاء " کے صـ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ " حیات مسیح کا عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ (۲) " نزول المسیح " کے صـ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ " حیات مسیح کا قائل خدا اور رسول کا منکر ہے (۳) " ایام صلح " کے صـ۱۴۶ پر لکھتے ہیں کہ " قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے آنے کا کہیں بھی ذکر نہیں (۴) " ازالہ اوہام " طبع اول صـ $\frac{۶۲}{۹۵۰}$ پر لکھتے ہیں کہ " قرآن شریف قطعی طور پر اپنی آیات بینات میں مسیح کے فوت ہو جانے کا قائل ہے۔

قرآن مجید اور احادیث میں مسیح علیہ السلام کی حیات کے متعلق مکمل تصریح ہے اور اسی پر اجماع قطعی اہل سنت والجماعت ہے۔

بقیہ صـ۲۳ پر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سچے رسول اور نبی آخر الزماں ہیں

ہندومت کی قدیم کتاب ”پُران“ کی پیشین گوئی

جناب ثروت جمال اصمعی

اہل علم اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ تمام قدیم آسمانی کتابوں اور مذہبی روایتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کی خوش خبری دی جاتی رہی ہے حضورؐ کی ذات وصفات، آپ کی جائے پیدائش، خاندان، والدین، آپ کی تحریک کے مختلف مراحل اور بالآخر اس کی بھرپور کامیابی تک کے بارے میں واضح اشارے تمام قدیم کتب سماوی میں موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ مکہ سے ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ کے یہودیوں کو رسول اللہؐ نے اسلام کی دعوت دی تو وہ اپنی نجی محفلوں میں کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم یہ وہی نبی آخر الزمان ہے جس کی آمد کی خبر ہماری کتابوں میں دی گئی ہے لیکن جب تک جان میں جان ہے ہم اسے مانیں گے نہیں کیونکہ اسے بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں سے اٹھایا گیا ہے یہودی علما کی اسی ذہنیت اور ہٹ دھرمی کا پردہ چاک کرتے ہوئے قرآن میں نبی کریم سے مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ تمہیں اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔ حقیقتاً بائبل میں حضورؐ کی دنیا میں آمد اور مشن کے بارے میں بڑی واضح تفصیلات تھیں لیکن آج کہیں بھی اصل بائبل موجود نہیں، اس میں بے شمار تحریفیں ہو چکی ہیں اور آج اس کے ماننے والے بھی اس کی صحت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود بائبل کے موجودہ نسخوں میں بھی حضورؐ کی آمد کے واضح اشارے موجود ہیں خصوصاً انجیل برنا باس میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ”محمدؐ“ متعدد مقامات پر موجود ہے اور آپ کی ذات کے بارے میں ایسی درست تفصیلات ہیں کہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ دراصل حضرت عیسیٰؑ کا تو مشن ہی یہ تھا کہ ایک طرف شریعت موسوی کی تصدیق کریں اور دوسری طرف نبی آخر الزمان کی آمد کی خوشخبری دنیا کے لوگوں تک پہنچائیں۔

ہندومت، یہودیت اور عیسائیت سے بھی کہیں زیادہ قدیم ہے حتیٰ کہ اس بات کا بھی کوئی اندازہ نہیں کہ اس کی ابتدا کب اور کس طرح ہوئی تھی۔ اس مذہب کی ابتدائی شخصیات پر اسرار اور اوہام کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی تعلیمات بھی وقت کی دستبرد کا شکار ہو گئی ہیں اور وہ کتابیں بھی جوان ہستیوں سے منسوب ہیں بہت سوں کی طبع آزمائی کا نشانہ بنی ہیں۔ چنانچہ کوئی بھی صاحب علم ان کے مستند ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اس کے باوجود ہزاروں سال پرانی ان کتابوں میں آج بھی نبی آخر الزمان محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی صاف اور صریح پیشین گوئیاں موجود ہیں جو کسی اور شخصیت پر چسپاں ہو ہی نہیں سکتیں۔

بھارت کے ممتاز پنڈتوں نے، حال ہی میں منظر عام پر آنے والی ایک کتاب ”کلکی اوتار اور محمد صاحب“ میں اس حقیقت کا نہایت جرأت کے ساتھ برملا اعلان کیا ہے۔ کتاب کے مصنف پنڈت وید پرکاش اوپادھیا (ایم اے) ہیں۔ آپ الہ آباد کی پریاگ یونیورسٹی میں سنسکرت کے ریسرچ اسکالر ہیں ان کی تحقیق پر آٹھ دوسرے ممتاز پنڈتوں نے نظرثانی کی ہے اور پرزور تائیدی نوٹ لکھے ہیں واضح رہے کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق عالم انسانیت کے نجات دہندہ کی حیثیت سے کلکی اوتار دنیا میں آئیں گے، وہ تمام انسانوں کے لیے خدا کی طرف سے رہنما بنا کر بھیجے جائیں گے اور پوری دنیا میں ان کی وجہ سے عدل و انصاف کا

دور دورہ ہوگا۔

ہندومت کے ان نو ممتاز علماء کا دعویٰ ہے کہ جو لوگ ابھی تک کلکی اوتار کی راہ دیکھ رہے ہیں وہ ایک ایسے انتظار کی زحمت میں مبتلا ہیں جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ کیونکہ کلکی اوتار تو آج سے ۱۴سو سال پہلے سرزمین عرب پر نمودار ہوکر اور بحسن و خوبی اپنا کام انجام دے کر دنیا سے تشریف لے جاچکے ہیں ان علماء کا دعویٰ ہے کہ کلکی اوتار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مختلف شخصیتیں نہیں، ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں اپنے اس دعوے کے ثبوت میں پنڈت وید پرکاش اور ان کے ساتھیوں نے ہندومت کی مقدس کتاب "پران" کے بہت سے حوالے نقل کئے ہیں جن میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

کلکی اوتار عرب کی سرزمین پر عبداللہ اور آمنہ کے گھر میں پیدا ہونگے

۱۔ پران میں کہا گیا ہے کہ کلکی اوتار خدا کے آخری پیغمبر ہوں گے جو تمام انسانی دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجے جائیں گے۔ فاضل مصنف اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ یہ بات حرف اور حرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہے اور اسے مزید تقویت یوں ملتی ہے کہ پران میں کلکی اوتار کی پیدائش کی جگہ تاریخ اور وقت اور ان کے والدین کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ سب کچھ پوری طرح نبی اکرمؐ پر منطبق ہوتا ہے واضح رہے کہ اوتار اور پیغمبر ہم معنی الفاظ ہیں۔

۲۔ پران کی پیش گوئی کے مطابق کلکی اوتار سل مل دیپ کے علاقے میں پیدا ہوں گے یہ لفظ ہندومت کی قدیم کتابوں میں سرزمین عرب کے لئے استعمال ہوتا تھا پران میں پوری دنیا کو سات خطوں یا دیپوں میں تقسیم کیا گیا ہے مثلاً جمبودیپ، شارک دیپ سل مل دیپ وغیرہ اس تقسیم کے مطابق جزیرہ نمائے عرب سل مل دیپ میں واقع ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہیں پیدا ہوئے۔

۳۔ پران میں کلکی اوتار کے باپ کا نام وشنو بھگت دیا گیا ہے وشنو کے معنی اللہ اور خدا کے ہیں اور بھگت غلام، عبد یا بندے کو کہتے ہیں اس طرح وشنو بھگت کے معنی ہوئے خدا کا بندہ جسے عربی میں "عبداللہ" کہیں گے۔ اور ٹھیک یہی رسالت مآبؐ کے والد محترم کا نام ہے۔

۴۔ کلکی اوتار کی ماں کا نام پران میں "سومتی" بتایا گیا ہے جس کے معنی شانتی کی جگہ یا جائے امن ہیں جسے عربی میں "آمنہ" کہیں گے اور ٹھیک یہی رسول خدا کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی ہے۔

۵۔ پران کے مطابق کلکی اوتار کی گزر بسر کھجوروں اور اناروں پر ہو گی اور وہ اپنے ساتھیوں کو گناہوں اور برائیوں سے پاک کریں گے اور یہ باتیں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح چسپاں ہوتی ہیں۔

۶۔ ہندومت کی مقدس کتاب کے مطابق کلکی اوتار جس گھر میں پیدا ہوں گے وہ اس علاقے کی سب سے زیادہ محترم اور معزز شخصیت کا گھر ہوگا یہ پیش گوئی بھی رسول عربی پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ آپ مکہ معظمہ میں اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کے گھر میں پیدا ہوئے جو خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی حیثیت سے عالم عرب کی معزز ترین شخصیت تھے۔

پرشورام انہیں غار میں تعلیم دے گا

۷۔ کلکی اوتار کے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں غار میں تعلیم دے گا اور حضرت محمدؐ نے غار حرا میں بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ سے حقیقت کا علم حاصل کیا۔

۸۔ شیوا کی جانب سے کلکی اوتار کو ایک برق رفتار گھوڑا دیا جائے گا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے سفر معراج کے موقع پر "براق" کی شکل میں سواری مہیا کی۔

۹۔ کلکی اوتار اپنے ممتاز ترین چار پیروؤں کی مدد سے شیطان کو شکست دیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چار خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے تعاون سے سرزمین عرب سے شرک و بت پرستی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرکے شیطان کو شکست فاش دے دی۔

۱۰۔ "کلکی کو فرشتوں کے ذریعے امداد مہیا کی ہوگی" اور جنگ بدر میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کے لئے فرشتوں کے لشکر بھیجے جس کا ثبوت قرآن کی آیات سے ملتا ہے۔

۱۱۔ حسن و وجاہت میں کلکی اوتار بے مثال ہوں گے" پران کی یہ پیش گوئی بھی نبی اکرمؐ پر پوری طرح صادق آتی ہے سیرت طیبہ کی کتابوں میں سراپائے مبارک کی تفصیل اس کا بین ثبوت ہے۔

۱۲۔ کلکی اوتار کا جسم نہایت معطر اور خوشبودار ہوگا اور

کے سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آپ کا جسم حتی کہ پسینہ تک مشک بو تھا۔

۱۲۔ کلکی اوتار مہینے کی ۱۲ تاریخ کو پیدا ہوں گے اور رسول خدا ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے۔

۱۳۔ کلکی اوتار عمدہ شہسوار اور شمشیر زن ہوں گے، یہ بات بھی حضور اکرمؐ پر صادق آتی ہے۔

نبی آخرالزماںؐ کے بارے میں پنڈت وید پرشاد کی کتاب میں درج کی جانے والی بہت سی پیشگوئیوں میں سے یہ صرف چند ہیں اور ان کی بنا پر پنڈت وید پرشاد اور ان کے ساتھی علماء اور محققین پورے شرح صدر کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "پران" میں کلکی اوتار کے نام سے جس ہستی کا ذکر ہے وہ پیغمبر عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نہیں اس لئے جو لوگ اب تک پران کی پیش گوئی کے مطابق کالی اوتار کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں انھیں اپنا نقطۂ نظر تبدیل کر لینا چاہیئے۔

پنڈت وید پرشاد کی کتاب "کلکی اوتار اور محمد صاحب" کے اس تعارف کے بعد ریڈینس دہلی میں شائع ہونے والے مضمون کے مصنف جناب قائم رضوی مزید لکھتے ہیں کہ ۱۹۴۰ء میں انھیں انارکلی لاہور سے شائع ہونے والی "کالاشی اوتار" نامی ایک کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں "پران" کے حوالے سے کلکی اوتار کے بارے میں اسی قسم کی تفصیلات دی گئی تھیں۔ اس کتاب سے ایک چھوٹا سا اقتباس درج ذیل ہے۔

"جگت گرو (سرور عالم) وشنو بھگت اور سوماتی کے گھر میں پیر کے دن بیساکھ کی ۱۲ تاریخ کو طلوع آفتاب کے دو گھنٹے بعد پیدا ہوں گے ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہوگا اور ان کی ماں ان کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد دنیا سے رخصت ہو جائے گی۔ جگت گرو سنل دیپ (سرزمین عرب) کی خاتون سے شادی کریں گے شادی کی تقریب میں ان کے ایک چچا اور تین چچا زاد بھائی موجود ہوں گے۔ پرسورام (خدا) انھیں ایک غار میں تعلیم دے گا۔ غار سے واپسی پر وہ لوگوں میں اس علم کی تبلیغ کریں گے جو خدا نے انھیں دیا ہوگا اس تبلیغ کے نتیجے میں ان کے رشتہ داران سے سخت ناراض ہوں گے انھیں شدید تکلیفیں اور اذیتیں دی جائیں گی جس کی بنا پر وہ پہاڑ کی شمال جانب کو "پرواز" کر جائیں گے لیکن کچھ عرصے بعد تلوار کے ساتھ واپس آئیں گے اور شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے جگت گرو کے پاس روشنی سے زیادہ تیز رفتار ایک گھوڑا ہوگا جس کے اوپر بیٹھ کر وہ زمین اور سات آسمانوں کی سیر کریں گے۔

جگت گرو روشنی سے تیز رفتار گھوڑے پر سات آسمانوں کی سیر کریں گے۔

"پران" کا یہ اقتباس، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایسا درست خاکہ ہے جسے پڑھنے کے بعد یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ ہزاروں سال پرانی اس کتاب کی یہ پیش گوئیاں نبی اکرمؐ کے سوا کسی اور شخصیت کے لئے ہو سکتی ہیں "وشنو بھگت" دراصل عبداللہ کا اور سوماتی "آمنہ" کا سنسکرت ترجمہ ہے۔ سنل دیپ یعنی سرزمین عرب کی خاتون سے مراد ام المؤمنین حضرت بی بی خدیجہؓ ہیں جن سے شادی کے موقع پر ان کی پیش گوئی کے مطابق حضور کے ایک چچا حضرت ابوطالب اور تین عم زاد حضرت عقیل، حضرت جعفر اور حضرت علیؓ موجود تھے مذکورہ غار واضح طور پر حرا نامی وہ غار ہے جہاں رسول خدا پر نزول وحی کا آغاز ہوا اور اس طرح اللہ تعالٰی نے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا انتظام فرمایا پہاڑ کی شمالی جانب پرواز واضح طور پر ہجرت مدینہ کا اشارہ ہے پھر تلوار کے ساتھ واپسی اور فاتحانہ شہر میں داخلہ فتح مکہ کی پیش گوئی ہے روشنی سے زیادہ تیز رفتار گھوڑے اور اس پر بیٹھ کر سات آسمانوں کی سیر براق اور سفر معراج کی کھلی ہوئی پیش گوئی ہے درج بالا اقتباس میں حضور کی پیدائش مہینے کی ۱۲ تاریخ کو پیر کے دن طلوع آفتاب کے دو گھنٹے بعد بتائی گئی ہے جبکہ حضورؐ طلوع آفتاب سے دو گھنٹے قبل دنیا میں تشریف لائے پیش گوئی اور واقعہ میں یہ اختلاف عرب اور ہندوستان کے طلوع آفتاب کے اوقات میں فرق کی وجہ سے ہے مشرق میں ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں سورج پہلے طلوع ہوتا ہے اور عرب میں بعد میں چنانچہ مکہ کے وقت کے مطابق نبی اکرمؐ اگرچہ سورج نکلنے سے دو گھنٹے پہلے دنیا میں تشریف لائے لیکن ہندوستان کے بعض علاقوں میں اس وقت سورج کو طلوع ہوئے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔

ہندو مت کے مستند عالموں اور محققوں کی طرف سے نبی اکرمؐ کی حقانیت و صداقت کا یہ اعتراف اور خود ہندو مت کی مذہبی کتابوں سے اس کے ناقابل تردید ثبوت و شواہد کی فراہمی اس حقیقت کا ایک بین اظہار ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم انسانیت کے قائد و رہبر ہیں۔ ان ہی کی پیروی انسانیت کو ترقی و فلاح اور نجات و کامرانی کا حقیقی

باقی ص۲۲ پر

مجلس تحفظ ختم نبوت کے وفد کے دورہ افریقہ کی رپورٹ

جنوبی افریقہ میں علماء اسلام کی مساعی جمیلہ

تحریر مولانا منظور احمد الحسینی

۲۳، ستمبر بروز منگل مغرب کے بعد ہم آزاد ویل سے روانہ ہوئے اور عشاء کی نماز جامع مسجد قوۃ الاسلام لناشیا میں پڑھی، نماز کے بعد فوراً ہم ہوائی اڈہ کی طرف روانہ ہوگئے سوا نو بجے ہمیں مولانا شبیر احمد سالوجی، جناب محمد انور اور دیگر احباب نے رخصت کیا۔ دس بجے جہاز کیپ ٹاؤن کی طرف روانہ ہوا ساڑھے گیارہ بجے پورٹ الزبتھ پہنچا وہاں سے بارہ بجے پھر روانہ ہوا اور ڈیڑھ بجے رات کیپ ٹاؤن کے ہوائی اڈہ پر اترا ہوائی اڈہ پر مولانا قاضی قطب الدین شیخ نظیم محمد جناب یوسف بُلبُلیا استقبال کے لیے موجود تھے، دو بجے ہم یوسف بُلبلیا کے مکان پر پہنچے۔ ۲۴ ستمبر بروز بدھ صبح ناشتہ کے بعد شیخ نظیم محمد اور یوسف بلبلیا کے ہمراہ مسلم جوڈیشل کونسل کے دفتر پہنچے ہم نے دفتر کا تفصیلی جائزہ لیا۔ نماز ظہر تک ہم یہیں رہے۔ نماز ظہر ہم نے مسجد حبیبیہ میں ادا کی یہ ایک قدیم جامع مسجد ہے اس کے قرب و جوار میں کوکن کے علاقہ کے مسلمانوں کی اکثر آبادی ہے اس مسجد کے ساتھ حبیبیہ مسلم ہائی اسکول ہے جہاں اساتذہ اور طلبہ سب مسلمان ہیں نماز کے وقت ہم نے دیکھا کہ اسکول کے تمام طلبہ نے (جو کسی طرح بھی ۴۰۰ سے کم نہیں ہوں گے) اپنے اساتذہ کرام کی نگرانی میں نماز ادا کی نماز سے فراغت کے بعد ہم مولانا قاضی قطب الدین کے گھر پہنچے یہاں ٹھہرانے پر مقامی علماء اور ہماری دعوت تھی۔ مولانا قطب الدین نے فرمایا کہ ہمیں آپ حضرات کی

آمد پر انتہائی خوشی ہوئی ہے دیر تک رد قادیانیت کے سلسلے میں گفتگو ہوتی رہی۔ نماز عشاء سے فراغت کے بعد ہم مسلم جوڈیشل کونسل کے دفتر میں پہنچے جہاں ان کا ماہانہ اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔ کونسل کے ممبران جن کی تعداد چوبیس تھی سب موجود تھے اجلاس میں فتنۂ قادیانیت اور نومبر میں شروع ہونے والے مقدمے پر غور و خوض ہوا کونسل کے صدر شیخ نظیم محمد نے ۴ اوراق پر مشتمل ایک بیان پڑھ کر سنایا اس میں خاص طور پر مجلس تحفظ ختم نبوت اور ہمارا تعارف کرایا گیا تھا اسی طرح زبانی طور پر سب حضرات سے بھرپور طور پر تعارف کرایا گیا۔ ۲۵ ستمبر بروز جمعرات مختلف احباب سے ملاقاتیں کرائی گئیں عشاء کے بعد ہم جناب عبدالرزاق عثمان مرتضےٰ کے ہاں پہنچے ان سے تردید قادیانیت پر بات چیت ہوتی رات کا کھانا بھی وہاں کھایا۔ ۲۶ ستمبر بروز جمعہ، جمعہ کی نماز حبیبیہ مسجد میں پڑھی نماز جمعہ سے قبل مسجد کے خطیب مولانا قاضی قطب الدین نے قادیانیت کے خلاف تقریباً نصف گھنٹہ انگریزی زبان میں ولولہ انگیز تقریر کی نیز عربی خطبہ بھی قادیانیت کے خلاف پڑھا گیا یاد رہے کہ ۲۶ ستمبر جمعہ کے لیے مسلم جوڈیشل کونسل کی طرف ایک خصوصی خطبہ عربی میں تیار کیا گیا تھا جس کا انگلش ترجمہ بھی ساتھ منسلک تھا یہ خطبہ کیپ ٹاؤن کی مساجد کے تمام ائمہ اور خطبا نے پڑھا اور خطبہ سے پہلے اسی خطبہ کے انگریزی زبان میں جاری شدہ سائز ترجمہ

کر پڑھ کر سنایا اس خطبہ میں فتنہ قادیانیت کے بارے میں مسلمانوں کو مزید بیدار کیا گیا نیز اس میں قادیانیوں کے کافر ہونے اور عقیدۂ تحفظ ختم نبوت کی اہمیت کو بیان کیا گیا تھا۔ اس خطبہ کو ہم ریکارڈ میں لانے کی خاطر کسی آئندہ شمارے میں علیحدہ پیش خدمت کریں گے۔

نماز جمعہ کے بعد کچھ دیر آرام کیا اور ساڑھے تین بجے مسلم جوڈیشل کونسل کے دفتر میں ایک اجلاس میں (جس میں خصوصیت کے ساتھ ہم مدعو تھے) ہم نے کیس میں پیش ہونے والے گواہوں کی تیاری کرائی یہ سلسلہ عصر تک جاری رہا۔ مغرب کے بعد ہم محمود میاں کے گھر پہنچے جہاں مقامی علماء اور ہمیں کھانے پر دعوت دی گئی تھی بعد ازاں مولانا قاضی قطب الدین، شیخ نعیم محمد اور دیگر رفقاء کے ہمراہ جناب داؤد فرفرے کے مکان پر پہنچے جناب فرفرے صاحب ایک مقامی تاجر ہیں انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے ایک بڑا نیا مکان خریدا تھا اس میں انہوں نے پاکستان سے آنے والے وفد کے قیام کا انتظام کیا تھا ہم نے اس کے آخری انتظامات کا جائزہ لیا۔

کیپ ٹاؤن

کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ کا جنوب کی طرف آخری شہر ہے۔ یہ ایک جزیرہ نما ہے اس کے تین اطراف سمندر اور ایک طرف خشکی ہے جبکہ چاروں طرف سے سرسبز پہاڑوں اور خوبصورت وادیوں نے اس کو گھیرا ہوا ہے۔ دنیا کے ممالک کے سیاحوں کی یہاں ہر وقت بھیڑ رہتی ہے خصوصاً شہر سے ۳۵ کلومیٹر کے فاصلے پر مجمع البحرین جہاں بحر ہند اور بحر اوقیانوس آپس میں ملتے ہیں وہاں آنے والوں کا ایک تانتا بندھا رہتا ہے۔

اس شہر کی آبادی ایک ملین دس لاکھ سے کچھ اوپر ہے جن میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان ہیں اکثریت انڈونیشیا ملایا کے مسلمانوں کی ہے عام طور پر انہیں "ملے مسلم" کہا جاتا ہے نیز یہاں اچھی خاصی تعداد میں انڈین مسلمان بھی آباد ہیں جن کا تعلق بمبئی کے علاقہ کوکن سے ہے کچھ مسلمان گجرات کے علاقوں سے بھی یہاں آکر بسے۔

کیپ ٹاؤن میں ۷۰ سے زائد مساجد ہیں جن بڑی مساجد کے نام یہ ہیں۔ حبیبیہ جامع مسجد زینت الاسلام۔ مسجد السلام۔ یوسفیہ مسجد۔ حسامی مسجد وغیرہ۔

ساؤتھ افریقہ پر ہالینڈ کے ڈچ عیسائیوں نے تقریباً تین سو سال پہلے قبضہ کیا تھا۔ شروع شروع میں وہ مصالحہ و دیگر سامان لینے کے لیے بذریعہ بحری جہاز انڈونیشیا ملایا وغیرہ جاتے تھے اس زمانے میں براہ بعید سفر ہوتا تھا نہر سویز کا وجود نہیں تھا۔ سفر بڑا طویل اور کٹھن ہوتا تھا راستے میں انہوں نے کئی منزلیں مقرر کر رکھی تھیں ان میں ایک یہ کیپ ٹاؤن بھی تھا۔ پہلے انہوں نے انتہائی چالاکی سے انڈونیشیا اور ملایا کے علاقوں پر قبضہ کیا (جس طرح انگریزوں نے برصغیر اور دیگر ممالک پر قبضہ جمایا) پھر ساؤتھ افریقہ کے علاقہ پر بھی قابض ہو گئے وہ بحری جہازوں کے ذریعہ جب کیپ ٹاؤن پہنچتے تھے تو اپنے ساتھ بیگار کے لیے انڈونیشی ملائی مسلمانوں کو بھی پکڑ کر لاتے تھے اس دور میں انڈونیشیا کے علماء اور مسلمانوں نے وہاں ان کے خلاف زبردست تحریک چلائی ڈچ عیسائی وہاں کے علماء اور مسلمانوں کو سزا دینے کے لیے قیدی بنا کر کیپ ٹاؤن لائے۔ جس طرح برصغیر میں انگریز نے علماء حق کو سزا دینے کے لیے جزائر مالٹا (کالا پانی) وغیرہ میں قیدی بنا کر رکھا) ان علماء میں ایک مشہور عالم شیخ یوسف حنفی بھی لائے گئے انہوں نے یہاں دین کی خوب محنت کی اور دینی فضا کو قائم اور باقی رکھا اور ان کا مقبرہ کیپ ٹاؤن سے بیس میل کے فاصلہ پر ہے اسی طرح مسلسل پے در پے بہت سے مسلمانوں کو یہاں قیدی بنا کر لایا گیا وہ چوری چھپے ہر ممکن طریقے سے دین کی حفاظت کرتے رہے ایک عالم جناب تواتگ گرو (ایک ملائی لفظ ہے جس کا معنی بزرگ ہے) نے انڈونیشیا میں ڈچ کے خلاف علم جہاد بلند کیا ان کو بھی یہاں قیدی بنا کر لایا گیا آپ چونکہ حافظ قرآن تھے اس لیے آپ نے حالت قید میں قرآن مجید لکھا جب آپ قید سے آزاد ہوئے تو باوجود

۔ رکاوٹوں اور پابندیوں کے آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن مجید کے ذریعے قرآن کی تعلیم کو عام کیا اور سب سے پہلے یہاں جمعہ کی نماز پڑھائی ان کے علاوہ بمبئی کے علاقے سے ایک بزرگ یہاں تشریف لائے انہوں نے ۱۷ مساجد مدارس اور مسلم قبرستان قائم کئے جو زیادہ تر صوبہ نٹال میں اور ان میں سے ایک کیپ ٹاؤن میں حبیبیہ مسجد کے نام سے موجود ہے ۔ پورے ساؤتھ افریقہ کی مساجد میں ظہر کے بعد حفظ وناظرہ قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ مساجد میں خطبہ جمعہ سے پہلے تقاریر کا سلسلہ بھی ہے جو عموماً انگریزی زبان میں ہوتا ہے ۔ یہاں مکمل طور پر انگریزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے اس کے علاوہ مقامی زبان افریقان جو ڈچ ، فرنچ اور انگلش کا مجموعہ ہے اس کا استعمال بھی بکثرت ہے ۔ مسلمانوں میں مادری زبانیں مثلاً گجراتی ، کوکنی وغیرہ بھی بولی اور سمجھی جاتی ہیں اردو کو بھی ۱۵ فیصد سمجھا اور بولا جاتا ہے ۔ باقی یہاں کے حبشی اپنی مادری زبان میں جو تقریباً ۹ فیصد ہیں بات چیت کرتے ہیں ان کو ۵ فیصد مسلمان بھی بولتے اور سمجھتے ہیں ۔

(جاری ہے)

بقیہ :۔ گلدستۂ معرفت

ہیں؟ اس کا جو کچھ بھی جواب ہمارے دل و دماغ میں آئے اس پر غور کرنا چاہیئے کہ کیا قیامت کے دن ایسا جواب دے کر ہم عہدہ برآ ہو جائیں گے؟ کیونکہ مسلمان کی زندگی اس عالم ناسوت تک محدود نہیں ہے ، اس کا ایمان آخرت کی اصلی زندگی کی جزاء و سزا پر بھی ہے ۔ دنیا کی زندگی تو مثل خواب پریشاں ہو جائے گی لیکن آخرت میں ہم کو اپنے اعمال کا اصلی روپ نظر آجائے گا ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ ہم کو صادقین میں شمار فرماتے ہیں یا منافقین کی صف میں جگہ دیتے ہیں؟ چنانچہ یہ جاننا چاہیئے کہ آج ہم اہل جنت کی راہ جا رہے ہیں یا دشمنان خدا کی؟

ان سوالات کا جواب ہم کو ابھی دینا چاہیئے ، قیامت کے دن پر نہ اٹھا رکھنا چاہیئے ۔ کیونکہ اس وقت وہاں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا چنانچہ اسی وقت اور اسی دنیا کی زندگی میں ہم

تو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہیئے اور سوئے خاتمہ سے خدا کی پناہ مانگنا چاہیئے ۔

یہ سب باتیں جو ہم میں رائج ہیں تقویٰ اور طہارت سے بہت دور ہیں ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم کو خوفِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم قطعی نہیں رہ گیا ہے بلکہ مخلوق کی رعایت زیادہ منظور ہے ۔ ورنہ پھر ہم کو ایسے لوگوں سے احتراز کرنا چاہیئے اسلامی شعائر و اخلاق کو اپنانا چاہیئے اور اس پر سختی سے کاربند ہونا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی اور خوش ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں ہماری شفاعت فرمائیں ۔

یقین فرمائیے کہ اگر ہم میں سے ایک قلیل جماعت بھی ٹھیٹھ اسلامی عقیدہ ، اخلاق و معاشرت پر کاربند ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ہمارا وقار اور ہماری عظمت و ہیبت نہ صرف کمزور دل و کمزور عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیں گے بلکہ دیگر افراد و اقوام کو بھی اسلام کی حقانیت تسلیم کرنی ہوگی ۔ یہ عمل تبلیغ ہے اور قالی تبلیغ کے ساتھ یہ عملی تبلیغ زیادہ ضروری و اہم ہے اگر کچھ دنوں ہی ہم ایسا کر کے دیکھیں تو اس کا نفع انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد مشاہدہ ہوگا ۔

سالہا تو سنگ بودی دلخراش
آزموں را یک زمانے خاک باش

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

بقیہ :۔ غیبت گناہ کبیرہ ہے

بھی جائز ہے ۔

۶ ۔ افراد کا ایسا نام لینا جن سے وہ مشہور ہوں اگرچہ وہ الفاظ نامناسب ہی کیوں نہ ہوں جیسے اعمش (بھینگا) اعمیٰ (اندھا) ، اعرج لنگڑا وغیرہ تو یہ جائز ہے (اوجز المسالک ج ۱۵ ص ۲۸۹)

۷ ۔ ان مذکورہ صورتوں میں غیبت جائز ہے ۔ لیکن یاد رہے کہ کسی کی برائی اور عیب ذکر کرنے سے مقصود اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ مجبوری اور ضرورت سے ذکر کیا گیا ہو ۔

اللہ جل شانہ ہمیں اسلامی تعلیمات کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں ۔ اور شیطانی شرور و مکائد سے ہماری حفاظت فرمائیں ۔ آمین ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

جناب شفیع اللہ صاحب

طرزِ معاشرت

۱۲- اسلام اور باطل نظام کے تضاد کو ختم کرنے اور حکومت کے عہدیداران کو تابع شریعت بنانے کی ضرورت

اسلام باطل نظام میں پروان نہیں چڑھ سکتا۔ مگر مقام حیرت ہے کہ حکومت ایک طرف اسلامی قانون کے نفاذ کے سلسلے میں دن رات اپنی کوششوں کا ذکر کرتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ بعض نامعلوم مصلحتوں کے تحت اسلام کے خلاف سرگرمیوں پر چشم پوشی بھی کی جا رہی ہے ملک میں رقص و موسیقی اور عریانی کی وبا جس زور سے ابھر رہی ہے وہ حکومت کے اسلامی قانون کے نفاذ کے دعووں کی تردید کا ایک بین ثبوت فراہم کر رہی ہے۔ آئے دن رقاصاؤں موسیقاروں اور فلم سازوں کو صدارتی ایوارڈوں سے نوازا جاتا ہے۔ اس طرح اسلام کا مذاق اڑانے والوں کو تمغے دیئے جاتے ہیں جب کہ اسلامی نظام کو دل و جان سے چاہنے والوں کو پچھلی صف میں رکھا جاتا ہے یا بالکل نظر انداز کیا جاتا ہے اس پر طرہ یہ کہ کلمہ کہنے والوں کو مختلف حیلے بہانے سے ذلیل کروایا جاتا ہے۔ ثقافت کے نام پر ملک میں موسیقی اور ناچ گانے کی محفلیں آئے دن سجائی جا رہی ہیں اور اس طرح بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دیا جا رہا ہے علاوہ ازیں کیسٹ ٹی وی اور ویڈیو گرافی کی دکانوں پر جو عریاں اور نیم عریاں نسوانی تصاویر اور مرد و زن کے باہمی ملاپ پر مشتمل بڑے بڑے فوٹو بالعموم آویزاں ہیں وہ لوگوں کے جنسی جذبات میں ہیجان اور اشتعال کا باعث بنتے ہیں اور اس طرح فحاشی کی اشاعت کا سبب بنتے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کا مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

"میں آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔" کاش کہ ہمارے ارباب اقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرف توجہ دیں اور ملک میں میوزک سنٹروں اور رقص و سرور کے مراکز پر پابندی لگانے کے احکام صادر کریں جن کے ذریعے نوجوان نسل کا اخلاق تباہ کیا جا رہا ہے۔

فحاشی اور عریانیت کو ملک میں ایک منصوبے کے تحت پھیلایا جا رہا ہے جس سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں موسیقی کی لعنت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ تعلیمی درس گاہوں کی کوئی تقریب ناچ گانے کی محفل کے بغیر مکمل نہیں ہوتی کیونکہ یہ مقبول عام ہیں مزید براں موسیقی کو بطور اختیاری مضمون نصاب میں شامل کر لیا گیا ہے جو کہ شرمناک ہے۔

ایک طرف سرکاری حلقوں کی جانب سے یہ شکایت کہ علماء وعظ و نصیحت کی ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہے ہیں اور دوسری طرف ملک میں غیر اسلامی طریقوں اور مظاہر کو فروغ دینے کے لیے ہر ذریعہ اور ہر وسیلہ استعمال کیا جا رہا ہے یہ تضاد کا ایک دیرینہ نمونہ ہے۔

اندریں حالات یہ لازم ہے کہ اگر حکومت عملاً اسلامی احکامات نافذ کرنا چاہتی ہے تو سب سے پہلے اسے اپنے اہل کاروں کو شریعت کے تابع کرنا ہوگا ورنہ موجودہ برائیوں کو ختم کرنا

باقی صفحہ ۱۹ پر

غیبت گناہ کبیرہ ہے

تحریر: مولانا احمد علی لیسٹر (انگلینڈ)

آج کے فتنہ وفساد اور طغیانی وسرکشی کے دور میں جس طرح اور بہت سے گناہ عام ہوگئے ہیں اسی طرح غیبت کا گناہ بھی بہت زیادہ عام ہوگیا ہے حتیٰ کہ عوام تو عوام خواص بھی اس میں ملوث ہیں۔ الا ماشاءاللہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قلوب میں اس گناہ کی اہمیت کا احساس نہیں رہا، حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہے اور قرآن و احادیث میں اس کی مذمت اور وعید شدید نازل ہوئی ہے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :۔

"اے ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعضے تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آتا ہے تم کو اس سے۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان (سورۃ حجرات آیت نمبر ۱۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، اول تو مردار کا گوشت کھانا بجائے خود نفرت کی چیز ہے اور پھر وہ گوشت کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا، اور انسان بھی کوئی اور نہیں خود اپنا بھائی۔ اس سے غیبت کا انتہائی گھناؤنا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ احادیث کثیرہ میں اس کی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ جس سے غیبت کا گناہ کبیرہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس پر کبیرہ کی تعریف صادق آتی ہے۔

اب ذرا احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارا اپنے بھائی کے بارے میں اسطرح تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو (مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث چونکہ مطلق ہے اس لیے غیبت کے لیے غیبت کئے جانے والے شخص کا غائب ہونا شرط نہیں بلکہ اس کی حضوری میں بھی اس کی برائی بیان کرنا غیبت میں شامل ہوگا۔

لیکن راجح قول یہ ہے کہ چونکہ غیبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ غائب شخص کی برائی بیان کی جائے اور لغت کے اعتبار سے بھی یہی معنی مفہوم ہوتے ہیں لہٰذا غیبت کے لیے اس شخص کا غائب ہونا شرط ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ کسی شخص کی موجودگی میں اس کے بارے میں کوئی تکلیف دہ بات کہنا جائز ہے کیونکہ یہ اگرچہ غیبت تو نہیں مگر عیب چینی میں داخل ہے جس کی حرمت مصرح ہے

دوسری حدیث :۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے اشد ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ غیبت زنا سے کس طرح اشد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان زنا کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ لیکن غیبت کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں معاف کرتے جب تک وہ شخص (جس کی غیبت کی گئی) معاف نہ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا حق بھی فوت ہوتا ہے اور حق العبد بھی ضائع ہوتا ہے۔اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی جائے اس سے معاف کرائے بغیر اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید رکھنا محل اشکال ہے کیونکہ یہ حق العبد ہے اور حدیث خود اس کی تصریح کر رہی ہے لیکن روح المعانی میں بعض علماء سے نقل کیا گیا ہے کہ غیبت جب تک صاحب غیبت کو نہ پہنچے اس وقت تک وہ حق العبد نہیں ہوتی ، اس لیے اس سے معافی کی ضرورت نہیں مگر حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں اس کو نقل کرکے فرمایا ہے کہ اس صورت میں گو اس شخص سے معافی مانگنا ضروری نہیں مگر جس شخص کے سامنے غیبت کی تھی اس کے سامنے اپنی تکذیب کرنا یا اپنے گناہ کا اقرار کرنا ضروری ہے۔اگر وہ شخص مرگیا ہو یا اس کا پتہ نہیں تو اس کا کفارہ ادا کرے چنانچہ ایک حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جو یوں ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انّ من کفارۃ الغیبۃ ان یستغفر لمن اغتابہ تقول اللّٰھمّ اغفرلنا ولہ (بیہقی)

یعنی غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لیے اللہ سے دعائے مغفرت کرے اور یوں کہے یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔

ایک اور حدیث میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ شب معراج کی تفصیلات بیان فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور بدن کا گوشت نوچ رہے ہیں۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے تھے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یوں منقول ہے کہ جس شخص نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا، آخرت میں اسی کا گوشت اس کے سامنے کیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ اس مردار کو کھا جس طرح تونے اسے زندہ کھایا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس وہ اسے کھائے گا اور چیخ و پکار کرے گا۔

یہ کتنی سخت وعید ہے اگر انسان ان وعیدوں کو اپنے پیش نظر رکھے تو قوی امید ہے کہ وہ اس گناہ عظیم سے محفوظ رہے گا۔

ایک خاص بات قابل لحاظ ہے کہ جو شخص غیبت سنے وہ اپنے بھائی کی طرف سے بشرط قدرت مدافعت کرے اور مدافعت کی قدرت نہ ہو تو کم از کم سننے سے پرہیز کرے کیونکہ غیبت کا بقصد و اختیار سننا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود غیبت کرنا۔

حضرت میمونؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ ایک زنگی کا مردہ جسم ہے اور کوئی مجھ کو مخاطب کرکے کہہ رہا ہے کہ اسکو کھاؤ۔میں نے کہا اے خدا کے بندے میں اس کو کیوں کھاؤں۔اس شخص نے کہا اس لیے کہ تونے فلاں شخص کے زنگی غلام کی غیبت کی ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں نے تو اس کے متعلق کوئی بھلی بری بات کی ہی نہیں ، تو اس شخص نے کہا کہ ہاں لیکن تو نے اسکی غیبت سنی تو ہے اور تو اس پر راضی رہا۔ حضرت میمونؒ کا حال اس کے بعد یہ ہوگیا کہ نہ خود کسی کی غیبت کرتے اور نہ کسی کو اپنی مجلس میں کسی کی غیبت کرنے دیتے۔

آج کل لوگوں کو اس کا پاس و لحاظ ہی نہیں۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔(آمین)

بعض مواقع پر غیبت کرنے کا جواز ہے جس کا یہاں تذکرہ کر دینا مناسب ہے تاکہ بوقت ضرورت شریعت کی رخصت پر عمل کیا جاسکے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہٗ نے "اوجز المسالک" میں بحوالہ علامہ نووی لکھا ہے کہ غیبت کرنا بغرض شرعی چھ مواقع میں مباح ہے :۔

۱۔ مظلوم اپنے ظلم کی شکایت بادشاہ یا قاضی کو یا ان کے علاوہ کسی ایسے شخص کو کر سکتا ہے جو انصاف کرنے پر قادر ہو۔

۲۔ بغرض استغاثہ کسی کی شکایت کسی ایسے شخص کو کرنا جو اسکی اصلاح کرسکے۔

۳۔ مفتی کے سامنے بغرض استفتا مسئلہ پیش کرسکتا ہے۔

۴۔ مسلمانوں کو کسی کے شر سے محفوظ کرنے کے لیے بھی غیبت جائز ہے۔مثلاً حدیث کے راویوں یا اہل تصنیف و تالیف کی کمزوریوں سے آگاہ کرنا۔

۵۔ جو شخص علانیہ فسق و بدعت کرتا ہو اسکے خلاف آواز بلند کرنا

باقی صفحہ ۱۳ پر

قادیانیت کے خلاف

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری کا جہاد

مرتبہ: حضرت مولانا کوندو صاحب

حضرت شاہ صاحبؒ کو بہاولپور کے اس تاریخی مقدمہ میں اپنے ایک شاگرد رشید مولانا محمد صاحب انوری لائلپوری[1] بھی ہمراہ تھے موصوف کو حضرت شاہ صاحبؒ نے مختار مقدمہ بنوا دیا تھا۔

مولانا ممدوح اس تاریخی سفر میں شب و روز انیس یوم تک حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ رہے۔ نیز حضرت کے عدالتی بیان میں جس قدر حوالجات کتب کی ضرورت پیش آتی تھی وہ بھی مولانا موصوف ہی نکال کر پیش کرتے تھے جن کو حضرت شاہ صاحب خود پڑھ کر جج صاحب کو سناتے تھے۔ "حضرت الاستاذ محدث کشمیریؒ" کے عنوان سے حضرت شاہ صاحبؒ پر ان کا ایک فاضلانہ مقالہ — "حیات انور" میں ہے۔ طوالت کے خوف سے اسے شامل کتاب نہ کیا گیا البتہ کتاب مذکور کے ان صفحات کو من وعن جزو کتاب بنایا گیا جن میں موصوف نے وضاحت سے تحریر فرمایا ہے کہ کس طرح دلائل و براہین سے حضرت شاہ صاحبؒ نے فاضل جج کو قائل کیا کہ "قادیانی امت" خارج از دائرہ اسلام ہے

چنانچہ مولانا لائلپوریؒ یوں رقمطراز ہیں:۔

"حضرت کا حافظہ اس وقت قابل دید و شنید تھا جب حوالہ دیتے، کتاب کھولتے ہی فوراً انگشت مبارک عبارت پر ہوتی جج صاحب لکھیے! عبارت یہ ہے۔ بعض دفعہ احقر کو حکم فرماتے کہ عبارت نکال کر دکھاؤں، بعض دفعہ صفحہ بھی ارشاد فرماتے، بیان بیٹھ کر فرماتے۔ لیکن حوالجات پیش فرماتے وقت کھڑے ہو جاتے۔ توراۃ شریف کی بعض آیات عبرانی الفاظ میں سنائیں اور اپنے دست مبارک سے لکھ کر جج صاحب کو دیں چنانچہ ایک آیت احقر کو یاد ہے۔ "نابی مقربخ میحیخ کاموخ یاقیم لخ الوھخ الا و تشماعون ۰ نبیّ من قربک من اخیک کاخیک یقیم لک الھک الیہ تسمعون۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے لکھ کر اس آیت کا بنی اسرائیل میں اعلان فرمایا۔"

(شاہ صاحبؒ نے فرمایا:۔

جج صاحب لکھیے، ہمارا دین متواتر ہے اور دنیا میں کوئی دین متواتر نہیں"، تواتر کی تعریف بیان فرما کر اس کے اقسام تواتر اسناد[2]، تواتر طبقہ[3]، تواتر قدر مشترک[4] اور تواتر توارث[5] بیان فرمائے، فرمایا تواتر کی ایک قسم معنوی بھی ہے، اور تواتر کی کسی ایک قسم کا منکر

---

[1] مولانا لائل پوری ۲۲ رجنوری ۱۹۷۰ کو لائل پور میں انتقال کر گئے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

[2] تواتر اسنادی یہ ہے کہ صحابہ سے بسند صحیح متصل مذکور ہو۔

[3] تواتر طبقہ یہ ہے کہ جب یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کس سے لیا اور صرف یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی نسل سے سیکھا جیسا کہ قرآن مجید کا تواتر ہے

[4] تواتر قدر مشترک یہ ہے کہ کہیں حدیثیں بطور خبر واحد آئی ہوں اور ان میں قدر مشترک متفق علیہ حصہ وہ حاصل ہو جو تواتر کو پہنچ جائے مثلاً نبی کریم ﷺ کے معجزات، جو کچھ متواتر ہیں اور کچھ اخبار آحاد ہیں، ان اخبار احاد میں اگر کوئی مضمون مشترک ملتا ہے تو وہ قطعی ہو جاتا ہے۔ اس سے بعض ایسی احادیث جو باعتبار لفظ و سند متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنیٰ کے متواتر ہو جاتی ہیں اگر ان معانی کو بہت سی سندوں سے اتنے راویوں نے بیان کیا ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کافر ہے۔ مرزا غلام احمد نے تواتر کی جمیع اقسام کا انکار کیا ہے۔ جرح کے روز جلال الدین شمس مرزائی مختار مدعا علیہ نے سوال کیا کہ آپ نے تواتر کے منکر کو کافر کہا ہے حالانکہ یہ تو ایک اصطلاح ہے جو علماء نے گھڑ رکھی ہے۔ اس کا منکر کیسے کافر ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مانتے ہو یا نہیں کہ یہ قرآن مجید وہی قرآن ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور ہم تک محفوظ چلا آیا؟ جلال الدین نے کہا کہ ہم مانتے ہیں۔ فرمایا کہ اس حالت میں حفاظت کا نام تمہارے ہاں کیا ہے؟ جلال الدین نے کہا "تواتر"۔ فرمایا اس کا منکر کافر ہو گا یا نہیں۔؟ مرزائی مختار نے اقرار کیا، فرمایا کہ میں یہی تو کہہ رہا ہوں۔ قادیانی مختار نے سوال کیا کہ امام رازیؒ نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں بحر العلومؒ نے تصریح کی ہے۔ فرمایا جج ہمارے پاس فواتح الرحموت کتاب موجود نہیں ہے بتیس سال ہوئے میں نے یہ کتاب دیکھی تھی۔ ان صاحب نے حوالہ دینے میں دھوکا دیا ہے، بحر العلومؒ امام رازیؒ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ جو حدیث ہے لَا تَجْمَعُ اُمَّتِی عَلَی الضَّلَالَۃ یہ تواتر معنوی کے درجہ کو نہیں پہنچتی، یہ نہیں کہ تواتر معنوی کے حجۃ ہونے کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس حدیث کے متواتر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ جج صاحب نے قادیانی مختار کو حکم دیا کہ اصل عبارت پڑھ کر سنایئے، اس نے ذرا تامل کیا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے کتاب اس کے ہاتھ سے چھین لی کہ لاؤ میں عبارت سناتا ہوں، اس نے کہا کہ میں سنا دیتا ہوں۔ جب سنایا، تو وہی عبارت تھی جو حضرتؒ نے ارشاد فرمائی تھی۔ فرمایا، جج صاحب! یہ صاحب ہمیں مفحم کرنا چاہتے ہیں لیکن میں چونکہ طالب علم ہوں۔ دو چار کتابیں دیکھ رکھی ہیں، میں ان سے ان شاء اللہ مفحم نہیں ہوں گا۔

قادیانی مختار نے سوال کیا آپ نے فرمایا مدعی وحی نبوت واجب القتل ہے تو رسول اللہؐ نے ابن صیاد کو کیوں قتل نہ فرمایا، بلکہ فاروق اعظمؓ کو بھی روک دیا، فرمایا، جج صاحب! لکھیے، ابن صیاد نابالغ تھا اور نابالغ کو شریعت میں قتل نہیں کیا جاتا۔ سوال آپ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں مسیلمہ کذاب کے دو قاصد آئے، حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا، کہ کیا تم بھی مسیلمہ کا عقیدہ مانتے ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا، تو فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی، کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کو قتل کرتا، اب سوال یہ ہے کہ حضورؐ نے رواج کا اتباع کیا؟ فرمایا کہ نبی کریمؐ کا یہ فرمانا کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا یہ بجائے خود تشریعی حکم ہے، نبی رواج کا متبع نہیں ہوتا بلکہ حکم خداوندی کا متبع ہوتا ہے۔

حضرت کی قیام گاہ پر زائرین کا ہجوم رہتا تھا۔ ہر وقت کسی نہ کسی موضوع پر تقریر فرماتے رہتے تھے۔ بہت سے لوگ حضرت سے بیعت بھی ہوئے۔ رات دن یہی شغل تھا۔ رات کے ایک بجے تک بیٹھے رہتے۔ قرآن و حدیث وفقہ، تصوف وغیرہ علوم و فنون کے دقیق مسائل علماء کرام و صوفیاء عظام دریافت کرتے رہتے۔ ہر ایک کے جواب میں ایسی محقق اور مبسوط تقریر فرماتے گویا ساری عمر اسی میں لگائی ہے۔ ایک عالم دین نے مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدت شہود کے متعلق سوال کیا، بس پھر کیا تھا تین دن عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک اسی پر بیان فرماتے رہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عبارات زبانی سنا رہے ہیں۔ معارف لدنیہ میں یہ فرماتے ہیں، مکتوبات شریفہ میں یہ فرماتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی یہ تحقیق ہے، عبقات میں شاہ اسماعیل شہیدؒ نے یوں فرمایا، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ نے فتوحات میں یہ فرمایا ہے، فصوص الحکم میں یہ ارشاد ہوتا ہے،

٭ تواتر توارث یہ ہے کہ نسل نے نسل سے لیا ہو، مثلاً بیٹے نے باپ سے لیا ہو اور باپ نے اپنے باپ سے۔ ان جملہ اقسام کے تواتر کا انکار کفر ہے۔ اگر متواترات کے انکار کو کفر نہ کہا جائے تو اسلام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ ان متواترات میں تاویل کرنا یا مطلب بگاڑنا کفر صریح ہے کفر کبھی قولی ہوتا ہے کبھی فعلی۔ کوئی شخص ساری عمر نماز پڑھتا رہے اور ۷۰ سال کے بعد ایک بت کے آگے سجدہ کر دے تو یہ کفر فعلی ہے۔ کفر قولی یہ ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ خدا کے ساتھ صفتوں میں یا فعل میں کوئی شریک ہے۔ اسی طرح یہ بھی کفر قولی ہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی اور نیا پیغمبر آئے گا، کیونکہ تواتر توارث کے ذیل میں ساری امت اس علم میں شریک ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد کوئی اور نبی نہ آئے گا۔

حضرت مولانا حاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی نظموں پہ نظمیں وحدۃ الوجود پرطویل طویل پڑھ کر سنا رہے ہیں، حضرت مولانا دین پوری نور اللہ مرقدہم بھی معہ اپنے خدّام کے تشریف فرما رہتے تھے، مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی؛ حضرت مولانا عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر العلوم، مولانا مرتضٰے حسن صاحب، حکیم عبدالرشید افسر الاطبّا و بہاولپور، غرض ہر طبقہ محظوظ ہوتا تھا۔ حضرت ناظم صاحب سہارنپوری بڑی عقیدت کے ساتھ دو زانو سامنے بیٹھے رہتے تھے اور استفادہ فرماتے رہتے تھے، مولانا شمس الدین بہاولپوری مرحوم کے کتب خانہ سے معجم کبیر طبرانیؒ کا قلمی نسخہ منگایا، حضرت ناظم لے کر آئے احقر کو حکم فرمایا کہ روزانہ مجھے اس میں احادیث نقل کر کے دیا کر، چنانچہ نشان دہی فرمائی جاتی اور احقر کو یہ سعادت نصیب ہوئی، فرمایا کہ قلمی کتاب کا پڑھنا مشکل ہوتا ہے میں آپ کو طریقہ سکھاتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی سی رہنمائی سے احقر نے خوب سمجھ لیا۔ معجم کے اس نسخہ میں کہیں اعراب و نقاط کا نام و نشان تک بھی نہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد مرتضٰے حسن مرحوم کے بیانات پہلے خود ملاحظہ فرماتے، جگہ جگہ رہنمائی فرماتے۔ جب خود تسلّی فرمالیتے، تو کچہری میں جانے دیتے، لیکن خود حضرت کوئی تیاری نہ فرماتے، جگہ جگہ رہنمائی فرماتے۔ جب خود تسلّی فرمالیتے، تو کچہری میں جانے دیتے، لیکن خود حضرت کوئی تیاری نہ فرماتے، ایک بجے شب تک تو جیسے اوپر گذرا وعظ و تلقین وارشاد و بیانِ مسائل ہوتا رہتا، حضرت ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ دو بجے تہجد کے لیے اٹھتے، فجر کی نماز تک مُراقب رہتے، پاس انفاس میں مشغول رہتے، اول وقت نماز فجر کی امامت خود کرتے پھر سورج نکلنے تک کچھ پڑھتے رہتے۔

بقیہ:۔ طرز معاشرت

تو درکنار الٹا انہیں فروغ ملتا ہے گا۔

عصمت فروشی کا گھناؤنا کاروبار

ملک میں عصمت فروشی کا گھناؤنا کاروبار بظاہر بند کر دیا گیا ہے مگر اخبارات میں آئے دن خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ مخفی طور پر کاروبار اب بھی جاری ہے جس سے جنسی آوارگی کو فروغ مل رہا ہے اور جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جس طرح شراب حرام ہے اس طرح یہ کاروبار بھی ممنوع و حرام ہے بلکہ اس پر حد جاری ہے۔

خلفائے راشدین نے پیغمبر آخر الزمان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بدکاری، بے حیائی، عریانیت اور دیگر غیر اسلامی اقدار کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا۔ جب کہ آج امت مسلمہ کی یہ حالت ہے کہ ہر اس کام میں دلچسپی رکھتی ہے جس کو سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور حکومت ایسے کاموں پر پابندی لگانے کے بجائے اس کی کسی نہ کسی شکل میں سرپرستی کر رہی ہے۔ رقص و سرور کی محفلیں بج رہی ہیں فحاشی کے اڈے کھلے ہوئے ہیں سینماؤں اور وی سی آر پر مخرب اخلاق فلمیں دکھائی جا رہی ہیں۔ دریں حالات لازم ہے کہ عریانی و فحاشی پھیلانے والوں کو عبرتناک سزا دی جائے کیونکہ اگر فحاشی اور بے حیائی کی بیخ کنی نہ کی گئی تو عذاب الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

لہٰذا یہ اشد ضروری ہے کہ ملک میں بدکاری کے خفیہ اڈوں کو فی الفور ختم کیا جائے اور پیشہ ور عورتوں کو دعوۃ و تبلیغ کے ذریعہ دستکاری اور دیگر ہنر سکھا کر ان کی شادی و بیاہ کا اہتمام کر دیا جائے۔ تا کہ معاشرہ میں وہ باعزت مقام حاصل کر سکیں۔

بقیہ:۔ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ

اسرائیل کا دورہ کر چکے ہیں۔ ان میں جے پرکاش نرائن، اچاریہ کرپلانی رام منوہر لوہیا، جارج فرنیڈیز اور نہرو دمداوتی شامل ہیں۔

جاسوسی کے تبادلے میں بھارت اور اسرائیل کے درمیان گہرا ربط و تعاون موجود ہے، بالخصوص عرب اور اسلامی دنیا کے معاملات پر اکثر و بیشتر خفیہ اطلاعات کا تبادلہ کرتے رہے ہیں۔ دنیائے عرب میں اکثر غیر مسلم بھارتی باشندے اسرائیل کی شہ پر انجیل جنیی کے اجتماعات کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے بھارتی باشندے عرب ریاستوں میں بڑے حساس مناصب پہ فائز ہیں۔

جاری ہے

اسلام اور مسلمانوں کیخلاف

بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ

ڈاکٹر خورشید احمد خاں

"میں آپ کو حکومت بھارت کے اس فیصلہ سے مطلع کر رہا ہوں کہ اس سال یکم ستمبر سے بھارت نے اسرائیل کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے میں بھارت کی حکومت اور عوام کی جانب سے اسرائیل کی حکومت اور عوام کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔"

(جواہر لال نہرو، وزیر اعظم بھارت، ۱۰ دسمبر ۱۹۵۰ء)

بھارت کے پہلے وزیر اعظم کی جانب سے مذکورہ بالا تار کے ذریعہ بھارت اور اسرائیل کے درمیان ان تعلقات کو رسمی شکل دی گئی جو ۱۸۹۳ء میں موہن داس کرم چند گاندھی اور صیہونی یہودیوں کے درمیان جنوبی افریقہ میں استوار ہوئے تھے برطانیہ کی استعماری حکومت سے آزادی حاصل کرنے میں ہندوستانی باشندوں کے ایک طبقہ کے ایک اعلیٰ ترین رہنما کی حیثیت حاصل کرنے والے گاندھی نے ۱۸۹۳ء سے ۱۹۱۴ء کے دوران جنوبی افریقہ میں قیام کیا تھا۔ اس عرصہ میں ان کے دو قریب ترین دوستوں میں سے ایک ایچ ایس ایل پولاک نامی ایک صیہونی انگریز تھا۔ یہ شخص جوہنز برگ کے ایک اخبار سے منسلک تھا، پولاک گاندھی کا دست راست تھا اور اس نے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک گاندھی کے اٹارنی کی حیثیت سے کام کیا۔ وہ ۱۹۱۳ء میں ایک مختصر عرصہ کے لیے گاندھی کے ساتھ جیل بھی جا چکا تھا۔

جنوبی افریقہ میں گاندھی کا دوسرا قریبی دوست ہرمن کولن بیک تھا جو لیتھونیا کا یہودی اور صیہونیت کا زبردست حامی تھا۔ جب گاندھی نے برطانوی حکومت کے خلاف ستیہ گرہ کی تحریک شروع کی تو کولن بیک نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا، ۱۹۴۵ء میں کولن بیک فلسطین میں صیہونی مقاصد کے لیے بہت کچھ چھوڑ کر مرا، اس نے یروشلم کی عبرانی یونیورسٹی کو پانچ ہزار کتابیں تحفہ میں دیں۔ کولن بیک یروشلم ہی میں دفن ہے اس کے خاندان کے بعض افراد آج بھی اسرائیل میں موجود ہیں۔

ایک اور برطانوی یہودی ایل ڈبلیو رچ گاندھی کی لاء فرم میں ملازم تھا بعد میں اسے ۱۹۰۶ء میں گاندھی کی طرف سے قائم کی جانے والی "ساؤتھ افریکن برٹش انڈین کمیٹی" کا سیکرٹری بنا دیا گیا لیتھونیا میں پیدا ہونے والا ایک اور یہودی سونجا شلیسن ۱۷ سال کی عمر میں گاندھی کا سیکرٹری مقرر ہوا تھا۔

۱۹۱۳ء میں یہودیوں کے ایک رسالہ "جیوش کرانیکل" نے گاندھی کے یہ الفاظ شائع کیے تھے: "میں جنوبی افریقہ میں یہودیوں کے درمیان گھرا ہوا تھا"۔ یہودیوں کے ساتھ یہ قریبی اور گہرے مراسم گاندھی کے خیالات پر اس حد تک اثر انداز ہوئے تھے کہ اس نے آزاد بھارت کو ہندوؤں، پارسیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کا وطن قرار دیا۔

اگست ۱۹۳۶ء میں جنوبی افریقہ کی صیہونی فیڈریشن کا ایک عہدیدار اسینول اولس و یجر بھارت میں صیہونی مقاصد کے فروغ کے لیے بمبئی پہنچا اور اس نے گاندھی، نہرو، مسز سروجنی نائیڈو، خان عبدالغفار خان، اور کانگریس کے دیگر رہنماؤں سے ملاقات کی، وہ نومبر ۱۹۳۶ء میں واپس فلسطین چلا گیا۔ ۱۹۳۸ء میں یہودیوں کا ایک پندرہ روزہ اخبار بمبئی سے جاری کیا گیا۔ جس کا نام "دی جیوش ایڈووکیٹ" تھا، اس کا ایڈیٹر اسے ای شوہیٹ صیہونیت کے لیے رقوم بھی فراہم کرتا تھا۔ ۱۹۳۹ء میں شوہیٹ کی تجویز اور اصرار پر یہودیوں کے بین الاقوامی ادارے کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ نے جوزف نیدی کو بھارت بھیجا جہاں اس نے ۲۲ مارچ کو گاندھی سے ملاقات کر کے صیہونیوں کے مطالبۂ اسرائیل کی وضاحت کی۔

ایک اور رابطہ ۱۹۴۷ء میں ہوا جب فلسطینی یہودیوں کا ایک وفد

جس میں یہ عبرانی یونیورسٹی کے پروفیسر تھے خفیہ مذاکرات کے لیے گاندھی سے ملنے آئے گاندھی کی فکر پر اثر انداز ہونے والا ایک اور یہودی لوئی فشر تھا۔ جس نے گاندھی کی سوانح حیات لکھی تھی۔

صیہونیت سے تعلق کا رویہ محض گاندھی کی ذات تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے اس تعلق کو بھارت کے آئندہ سیاستدانوں کی اس پوری نسل کو منتقل کر دیا جن کی وہ تربیت کر رہا تھا ان میں موتی لال نہرو، اس کا بیٹا جواہر لال نہرو (بھارت کا پہلا وزیر اعظم) سردار ولبھ بھائی پٹیل (بھارت کا پہلا وزیر داخلہ) اور نائب وزیراعظم لال بہادر شاستری (جو عشرہ ۶۰ میں وزیر اعظم بنا)، مرارجی ڈیسائی (جو ۷۰ کے اواخر میں وزیر اعظم بنا) گلزاری لال نندہ (جو نہرو کے مرنے پر عبوری دور کا وزیر اعظم بنا) اور بہت سے دوسرے سیاسی رہنما شامل تھے۔ گاندھی کے اس رویہ نے بھارت اور اسرائیل کے درمیان دوستی مفاہمت اور تعاون بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اسرائیل کے قیام کے صرف تین ماہ بعد اگست ۱۹۴۸ء میں بھارت کے وزیر اعظم نہرو نے پارلیمنٹ کو بتایا کہ حکومت بھارت اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے کہ اسرائیلی ریاست کی تشکیل مستحکم بنیادوں پر ہوئی ہے۔ نہرو نے اس قسم کے دو اور بیانات دیئے جن میں سے پہلا مارچ ۱۹۴۹ء میں اور دوسرا فروری ۱۹۵۰ء میں دیا گیا۔ اسرائیل کو تسلیم کئے جانے کا اعلان ان الفاظ میں کیا۔

"حکومت بھارت نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسرائیلی ریاست کا وجود گزشتہ دو سال سے قائم ہے اور اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ ملک قائم رہے گا بھارت اور اسرائیل گزشتہ سال سے ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعاون کر رہے ہیں"

بھارت کی جانب سے تسلیم کیے جانے کے بعد اسرائیل نے بمبئی میں اپنا کونسل خانہ کھول لیا جو عملی طور پر ایک مکمل سفارتخانہ ہے۔ یہ دفتر جنوبی ایشیا میں جاسوسی اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز ہے بمبئی عربوں کا پسندیدہ تفریحی مقام ہے لہذا حالیہ برسوں میں اسرائیل کی سرگرمیاں خاصی بڑھ گئی ہیں جن کا خصوصی ہدف دنیائے عرب کی وہ شخصیات ہیں جو سیاسی اثر و رسوخ کی حامل ہیں۔

ظاہری طور پر بمبئی میں اسرائیل کا قونصل خانہ زیادہ فعال نظر نہیں آتا، لیکن در حقیقت وہ کسی بھی سفارت خانہ سے زیادہ اہم کردار ادا کر رہا ہے اپریل ۱۹۶۲ء میں اسرائیل کے قونصل جنرل نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ "بھارت نے صرف اصولی طور پر ہی اسرائیلی ریاست کو تسلیم نہیں کیا ہے، بلکہ قانونی طور پر بھی اسے منظور کیا ہے"

اپنے طور پر حکومت بھارت دنیائے عرب سے بھارت اور اسرائیل کے درمیان موجود گہرے تعاون اور دوستی کو چھپانے کی ہرممکن کوشش کرتی ہے اور اسے اپنے اس مقصد میں اب تک نمایاں کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ لیکن ۱۸ اپریل ۱۹۶۴ء کو ایچ وی کامتھ نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کر کے بھارت کی منافقت کا پردہ چاک کر دیا۔

عربوں کے بارے میں بھارت کی پالیسی ان سے محبت اور اخلاص کی بنیاد پر نہیں ہے یہ سیاسی مفادات پر مبنی ہے جس کا مقصد عربوں کو دھوکہ دینا ہے۔

عرب رائے عامہ کو متاثر کرنے کے لیے بھارت کی جانب سے اسرائیل اور پاکستان کے یکساں بنیادوں پر قیام کی دلیل پیش کی جاتی رہی۔ جمال ناصر ۱۹۵۲ء میں عرب قومیت کا علمبردار بن کر اٹھا تو نہرو اسے پوری طرح ہموار کر چکا تھا۔ عرب دنیا میں بہت سے با اثر رہنما بھارتی پروپگنڈے کا شکار ہو گئے اور انہوں نے پاکستان کو برطانوی تسلط سے آزاد ہونے والے مسلمانوں کے وطن کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جو مسلم اکثریت کے علاقوں میں قائم کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر بھی آمادہ نہیں تھے۔ کہ یہ ملک آبادی کی بنیاد پر قائم ہوا تھا۔ اور اس کے لیے کسی ایک مسلمان کو بھی برطانوی ہند کے کسی علاقے میں اس غرض کے لیے نہیں بلایا گیا کہ اس کی وجہ سے وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو جائے گی۔

اس کے بالکل برعکس اسرائیل کا قیام ان یہودیوں کے لیے عمل میں آیا جو دنیا کے دور دراز علاقوں میں مختلف قومیتوں کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ ان یہودیوں کا فلسطین سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسرائیلی ریاست مقامی آبادی کی شدید مخالفت کے باوجود قائم کی گئی اور یہاں سے مسلمانوں کو زبردستی نکالا گیا۔

بھارت تمام بین الاقوامی اجلاسوں میں اسرائیل کی شروع ہی سے حمایت کرتا رہا ہے۔ ۱۹۵۵ء میں بھارتی وزیر اعظم نہرو کی خواہش تھی اور اس امر کے لیے اس نے کوشش بھی کی کہ اسرائیل کو بنڈونگ کانفرنس میں مدعو کیا جائے۔ ۱۹۵۰ء میں نہرو کی بہن وجے لکشمی پنڈت نے، جو اقوام متحدہ میں بھارت کی نمائندگی کر رہی تھی، اسرائیل کو براہ راست پیشکش کی کہ بھارت مکمل سفارتی تعلقات اور سفیروں کے تبادلے پر آمادہ ہے، اس کا انکشاف ۱۹۶۶ء میں اسرائیل کے وزیر خارجہ ابا ایبان نے کیا تھا۔ اسرائیل کا سیکرٹری خارجہ والٹر ایتان ۱۹۵۲ء میں دہلی گیا اور وہاں اس نے وزیر اعظم نہرو اور دیگر حکام سے ملاقات کی۔

۱۹۵۶ء میں عین اس روز جب اسرائیل نے مصر پر حملہ کیا اسرائیلی وزیر خارجہ موشے شیریٹ نئی دہلی میں نہرو سے تفصیلی مذاکرات میں مصروف تھا۔ اس ملاقات کو کئی سال تک خفیہ رکھا گیا سوائے چند مخصوص افراد کے اس کا علم کسی کو نہیں ہونے دیا گیا۔ اسرائیلیوں کے ساتھ نہرو کی ایک اور اعلیٰ سطحی ملاقات ۱۹۶۰ء میں ہوئی جب اس نے واشنگٹن میں ابا ایبان کے ساتھ مذاکرات کیے۔

عشرہ ۶۰ کے اوائل میں جب مسز اندرا گاندھی اطلاعات و نشریات کی وزیر تھی۔ اس نے امریکہ ریاست میسچوسٹس میں والتھم کے مقام پر واقع جیوش برانڈیز یونیورسٹی کا دورہ کیا اور کہا کہ اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو وہ یقیناً اسرائیل کو پورے سفارتی تعلقات کے ساتھ تسلیم کر لیتا۔ بعد میں اندرا گاندھی کی ہدایت پر حکمران کانگریس پارٹی کے دو پارلیمانی سیکرٹریوں ڈی ایس پلا برہمن اور ٹھاکر راکھو ناتھن نے ۱۹۷۳ء میں اسرائیل کا دورہ کیا۔ ایک اور ممتاز پارلیمانی سیکرٹری پنج ہزاری ۱۹۷۵ء میں اسرائیل کے دورے پر گیا۔

اسرائیلی وزیر خارجہ موشے دایان نے وزیر اعظم مرار جی ڈیسائی اور وزیر خارجہ واجپئی کی دعوت پر ۱۹۷۷ء میں بھارت کا دورہ کیا، اس وقت کے بھارتی انٹیلی جنیس بیورو کے جان لوبو کے اصرار پر موشے دایان کے دورے کو تین سال تک خفیہ رکھا گیا اس کے بعد بھی موشے دایان نے ۱۹۷۸ء اور ۱۹۷۹ء میں بھارت کا دورہ کیا ۱۹۷۷ء میں بھارتی وزیر اعظم مرار جی ڈیسائی دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے جہاں انہوں نے اسرائیلی وزیر خارجہ دیبزمان کے ساتھ طویل مذاکرات کیے اور بھارت

اسرائیلی تنصیبات کی وسعت اور اس کے فروغ کے لیے ذرائع اور تدابیر پر گفتگو کی، اسرائیل کے ایک وفد نے ستمبر ۱۹۸۲ء میں مقبوضہ جموں و کشمیر کا دورہ کیا اور حکام سے مذاکرات کیے۔

اکتوبر ۱۹۸۲ء میں اسرائیلی وزیر اعظم بیگن کی ذاتی دعوت پر بھارت کی جنتا پارٹی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر سبرامنیم سوامی نے پانچ روز تک اسرائیل کا دورہ کیا۔ واپسی پر ڈاکٹر سوامی نے بھارت اسرائیل کے تعلقات کے بارے میں انکشاف سے پُر ایک مضمون لکھا، وزیر اعظم نہرو کے بارے میں ڈاکٹر سوامی نے کہا کہ اس نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی راہ ہموار کی لیکن وہ دوہرا کھیل، کھیل رہا تھا۔ خفیہ طور پر وہ اسرائیل کو اپنی حمایت کا یقین دلاتا لیکن عوام میں آ کر اس کی مذمت کرتا تھا، سوامی کا کہنا تھا کہ خفیہ باتوں کو عام اور معمول کے مطابق بنایا جائے۔ بھارت کے جو دیگر ممتاز سیاست دان

باقی صفحہ ۱۹ پر

بقیہ:- مرزا کا فتویٰ

مرزا صاحب کے مندرجہ بالا بیانات کے مطابق جو عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوا وہی حق ہے۔ اور اب اس کے خلاف بیان کرنا سراسر گمراہی بے دینی اور کفر اختیار کرنا ہے۔ مرزا صاحب کا بیان ایک دفعہ پھر پڑھیئے۔

"بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جن کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں"

مرزا صاحب حیات مسیحؑ کے اجماعی عقیدہ کے منکر تو ہو گئے لیکن یہ خیال نہ کیا کہ وہ "انجام آتھم" کے صفحہ ۱۴۴ پر کیا لکھ گئے اب ہم مرزا صاحب کے اتباع کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ وہ مرزا صاحب کی کتاب "انجام آتھم کا صفحہ ۱۴۴ کھولیں۔ ان کو یہ عبارت لکھی ہوئی ملے گی کہ

"مَنْ کَفَرَ بِعَقِیْدَۃٍ اِجْمَاعِیَۃٍ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ھذا اعتقادی وھو مقصودی و مرادی یعنی اجماع امت کے عقیدہ کے منکر پر خدا کی۔ اس کے فرشتوں کی۔ اور تمام لوگوں کی لعنت۔ یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرا مقصود ہے اور یہی میری مراد ہے"

بقیہ : خصائل نبویؐ

تقریباً اتنا ہی طویل تھا کہ جتنا قیام۔ یعنی اگر قیام مثلاً ایک گھنٹہ کا تھا تو تقریباً ایک ہی گھنٹہ کا رکوع بھی تھا۔ اس قول کے موافق اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ اگر رکوع سجدہ نماز میں عام معمول سے زیادہ لمبا ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جیسے قیام معمول سے زائد تھا ایسے ہی یہ رکوع بھی معمولی رکوع سے طویل تھا اس صورت میں قیام کے ایک گھنٹہ ہونے کی صورت میں رکوع اگر پندرہ منٹ کا بھی ہو گیا تو اس حدیث کا مصداق بن گیا۔ اس قول کے موافق نماز اپنے عام معمول کے موافق رہی یعنی جو رکن لمبا ہوتا ہے جیسا کھڑا ہونا وہ لمبا رہا اور جو مختصر ہوتا تھا جیسے رکوع یا سجدہ وہ مختصر رہا البتہ ہر رکن عام نمازوں کے اعتبار سے بڑھا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم۔ سبحان ربی العظیم فرماتے رہے پھر رکوع سے سر مبارک اٹھا کر کھڑے ہوئے اور یہ کھڑا ہونا بھی رکوع ہی جیسا تھا اس وقت لِرَبِّیَ الْحَمْدُ لِرَبِّیَ الْحَمْدُ فرماتے رہے پھر سجدہ ادا کیا اور وہ سجدہ بھی کھڑے ہونے کے برابر ہی تھا۔ اس میں سبحان ربی الاعلی۔ سبحان ربی الاعلی۔ فرماتے رہے پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھے یہ بھی سجدے کی طرح سے طویل تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب اغفرلی۔ رب اغفرلی فرماتے رہے۔ غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس نماز میں سورۂ بقرہ۔ سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورہ مائدہ، یا سورۂ انعام راوی کو ان اخیر کی دو سورتوں میں شک ہو گیا کہ کونسی تھی لیکن اول کی تین محقق ہیں غرض تینوں سورتیں وہ اور ان دونوں میں سے ایک سورت یہ چاروں سورتیں تلاوت فرمائی۔

فائدہ۔ اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ چاروں سورتیں چار رکعت میں تلاوت فرمائی۔ ابو داؤد کی روایت اس میں اور بھی واضح ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھیں جن میں یہ سورتیں تلاوت فرمائی لیکن مسلم وغیرہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ البقرہ، سورۂ نساء، سورۂ آل عمران تین سورتیں ایک ہی رکعت میں تلاوت فرمائی۔ اس لیے مسلم اور ابو داؤد کی روایت کے موافق بظاہر دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی قصہ ہو اور کوئی سی روایت میں کچھ سہو ہو گیا ہو لیکن غلطی پر محمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبی لمبی نماز پڑھنا روزانہ کا معمول تھا اس لیے ایک مرتبہ چار سورتیں چار رکعت میں اور ایک مرتبہ تین سورتیں ایک رکعت میں پڑھی ہوں تو کیا مانع ہے۔

بقیہ : ”پُران“ کی پیش گوئی

منزل تک پہنچا سکتی ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو پہلے ہی محمد عربیؐ کے امتی ہونے کی سعادت سے بہرہ مند ہیں بشرطیکہ وہ اپنی زندگی کو اسی سانچے میں ڈھالیں جس کی تعلیم رسول خدا نے دی ہے اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر شاید ان سے بڑھ کر بدنصیب بھی کوئی نہ ہو کہ جب وہ میدان حشر میں شفاعت کی امید لئے رحمت عالم کے پاس پہنچیں تو ان کی بے ایمانیوں اور سیاہ کاریوں کے سبب حضورؐ انھیں پہچاننے اور اپنا امتی تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور پھر ہمیشہ کا عذاب ان کا مقدر بنے۔

حضورؐ کی صداقت کا یہ اعتراف ہم مسلمانوں کے لئے ایک اور پہلو سے بھی نہایت اہم اور توجہ طلب ہے ایک مسلمان پر صرف اپنی ہی اصلاح کی ذمہ داری نہیں اس کے عقیدے کا تقاضا ہے کہ وہ دنیا کے تمام انسانوں کو حسب استطاعت نجات و فلاح کی راہ کی دعوت دے غیر مسلموں کی اپنی مذہبی کتابوں میں پیغمبر اسلام کے بارے میں ایسی پیش گوئیاں انھیں اسلام کی طرف راغب کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں لہٰذا ان انکشافات سے کام لے کر ان لوگوں کو بھی محمد عربی کی رسالت و قیادت قبول کرنے پر آمادہ کرنے کا کام کیا جانا چاہئے۔ اور اس مقصد کے لئے مزید تحقیق جستجو بھی جاری رہنی چاہئے۔ (بشکریہ دارالعلوم انڈیا)

WEEKLY **Khatme-Nubbuwat** KARACHI
Registered S. No. 3220

تو ختمِ رُسلؐ، سرورِ دیںؐ شاہِ اممؐ ہے

تجھ سے نظر افروز چمن زارِ حرم ہے
تو میرِ عرب، قافلہ سالارِ عجم ہے

کیا وصف تری ذاتِ گرامی کا بیاں ہو
تُو ختمِ رُسل، سرورِ دیں، شاہِ امم ہے

ہے پیشِ نظر تیری تجلی کا وہ عالم
حیرت کدۂ شوق ہر اک نقش قدم ہے

سیراب ہوئے در سے تیرے اہلِ محبت
جو قلب ہے پُر سوز ہے جو آنکھ ہے نم ہے

ہر سانس ترے ذکر سے ہے موجِ بہاراں
جو نعت ہے گلدستۂ الطاف و کرم ہے

صد شکر کہ وابستۂ دامانِ نبیؐ ہوں
اب مجھ کو کسی بات کا کھٹکا ہے نہ غم ہے

اس نام کی برکت سے جہاں میں ہے اجالا
وہ نام مبارک جو سرِ عرش رقم ہے

ہے ناز کہ اس کو بھی ہے نسبت ترے در سے
رحمت سے تری حافظِ بے کس کا بھرم ہے

حافظ لدھیانوی